رسائل و مسائل

رسموں کی شریعت

سوال:- چند اشکال درپیش ہیں۔ ان کے متعلق شرعی رہنمائی چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میرے اطمینان کے لیے حسب ذیل امور پر روشنی ڈالیں گے۔

ا۔ ایک مفلس مسلمان اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ افلاس کے باوجود دنیا والوں کا ساتھ دینے کا بھی خواہشمند ہے۔ یعنی شادی زک و تزک و احتشام سے کرکے وقتی سی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی رہنمائی کیسے کی جائے؟

ب۔ ایک مقروض مسلمان جو تمام اثاثہ بیچ کر بھی قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بیٹے بیٹیوں کی شادی کرنا چاہے تو فریق ثانی کی طرف سے ایسی شرائط سامنے آتی ہیں جو بہر حال صرفِ کثیر چاہتی ہیں تو اس کے لیے کیا راہ عمل ہے؟

ج۔ عموماً لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چنانچہ اسی انتظار میں بعض اوقات لڑکیاں جوانی کو طے کرکے بڑھاپے کی سرحد میں جا داخل ہوتی ہیں اور کنواری رہ جاتی ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام کیا کہتا ہے؟

د۔ موجودہ مسلمان شادی بیاہ، پیدائش اور موت کی تقریبات پر چھٹی، چلّہ، باجہ، منگنی، جہیز اور اسی طرح چالیسواں، قل وغیرہ کی جو رسوم انجام دیتے ہیں ان کی حیثیت شریعت میں کیا ہے؟

جواب:- ا۔ ایسا شخص جو خود جانتا ہے کہ وہ اتنا خرچ کرنے کے قابل نہیں ہے، اور پھر محض دنیا کے دکھاوے اور اپنی غلط خواہشات کی تسکین کی خاطر اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چاہتا ہے وہ تو جان بوجھ کر اپنے آپ کو معصیت کے گڑھے میں پھینک رہا ہے۔ اپنی غلط خواہش کی وجہ سے یا تو وہ سودی

قرض لے گا، یا کسی ہمدرد کی جیب پر ڈاکہ ڈالے گا، اور اگر اسے قرضِ حسن مل گیا جس کی امید نہیں ہے، تو اسے مار کھائے گا، اور اس سلسلہ میں خدا جانے کتنے جھوٹ اور کتنی بے ایمانی اس سے سرزد ہو گی۔ آخر ایسے شخص کو کیا سمجھایا جا سکتا ہے جو محض اپنے نفس کی ایک غلط خواہش کی خاطر اتنے بڑے بڑے گناہ جانتے بوجھتے اپنے سر لے رہا ہے۔

ب۔ ایسے شخص کو اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں ان لوگوں میں کرنی چاہئیں جو مالی حیثیت سے اسی جیسے ہوں اور جو اس کے لیے تیار ہوں کہ اپنی چادر سے نہ وہ خود زیادہ پاؤں پھیلائیں اور نہ دوسرے کو زیادہ پاؤں پھیلانے پر مجبور کریں۔ اپنے سے بہتر مالی حالات رکھنے والوں میں شادی بیاہ کرنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشکلات میں مبتلا کرنا ہے۔

ج۔ یہ صورت تو کچھ فطری سی ہے۔ لیکن اس کو حد سے زیادہ بڑھانا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کی لڑکی جوان اور شادی کے قابل ہو چکی ہو اور اسے کوئی مناسب لڑکا نظر آئے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنی طرف سے پیغام دینے میں ابتدا کرے۔ اس کی مثالیں خود صحابۂ کرام میں ملتی ہیں۔ اگر یہ بات حقیقت میں کوئی ذلت کی بات ہوتی تو نبی صلعم اس کو منع فرما دیتے۔

د۔ یہ سب چیزیں وہ پھندے ہیں جو لوگوں نے اپنے گلے میں خود ڈال لیے ہیں، ان میں پھنس کر ان کی زندگی آپ تنگ ہوئی جا رہی ہے، لیکن لوگ اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے ان کو کسی طرح چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ براہ راست ان رسموں کے خلاف کچھ کہا جائے بلکہ صرف یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن اور سنت کی پیروی کی طرف دعوت دی جائے۔ خدا اور رسول کے طریقہ پر لوگ آجائیں تو بڑی خرابیاں بھی دور ہوں گی اور یہ چھوٹی چھوٹی خرابیاں بھی نہ رہیں گی۔

سوال:۔ میں عرصہ سے تجرد کی زندگی گذار رہا ہوں اور اس سب کی ذمہ داری میرے "اجتہاد" کے سر ہے۔ ہمارے اطراف میں کچھ اس قسم کے اصول و مراسم شائع ہیں جن کے بارہ میں اگر فقہی موشگافیوں سے کام لینا شروع کر دیا جائے تو ان کو "ناجائز" اور "غیر شرعی رسم" کہنا مشکل ہو گا۔ مثلاً یہ کہ منسوبہ یا منکوحہ کے لیے زیور و پارچہ جات کا مطالبہ، کچھ آپس کے لین دین، ایک دوسرے کے کمینوں

اور خدمت گاروں کو بطور عطیہ و انعام کچھ دینا دلانا۔ برادری اور اہل قرابت کو بلانا اور ان کی ضیافت کرنا وغیرہ، بہت سی چیزیں بظاہر اگر علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھی جائیں تو ان میں سے غالباً کسی ایک کو بھی ناجائز نہ کہا جا سکے گا۔ لیکن اگر ان مراسم کے اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ان کی پابندی اور التزام اس حد تک ہے کہ ان کے بغیر کامیابی ہی نہیں ہوتی اور کوئی کسی درجہ کا آدمی کیوں نہ ہو، ان کی پابندی قبول کیے بغیر ازدواجی زندگی کا آغاز کر ہی نہیں سکتا تو بالکل صفائی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ چیزیں اب صرف "مباح" کے درجہ پر باقی نہیں رہی ہیں، بلکہ یہ سب برادری کا ایک قانون بن گئی ہیں اور ایسا قانون کہ ان کی خلاف ورزی کرنے والا گویا مجرم متصور ہوتا ہے۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر باطل قانون کو توڑ دیا جائے، چاہے وہ کہیں ہو، تو سوال یہ ہے کہ آیا مذکورہ بالا چیزیں اس شکست و ریخت کی مستحق ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حملہ کی مستحق ہیں، جیسا کہ میری رائے ہے، تو کیا یہ حقیقت آپ سے مخفی ہے کہ ہندوستان کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں اس قسم کی "شریعت رسوم" نافذ العمل نہ ہو، خواہ اس کی تفصیلی شکل کچھ ہی ہو۔ جن تقریبات کو آج کل "شرعی تقریبات" بھی کہا جاتا ہے وہ بھی بس صرف اس حد تک "شرعی" ہوتی ہیں کہ ان میں ناچ، باجہ گاجہ اور ایسی ہی دوسری خرافات مزخرفات نہیں ہوتیں۔ لیکن مذکورہ بالا رسوم کا جہاں تک تعلق ہے وہ ان میں بھی بدرجہ اتم موجود رہتی ہیں، اور انھیں "اباحت" کی چادر میں چھپا لیا جاتا ہے۔ پس کیا "مرکز" کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے ارکین کو "غیر شرعی رسوم" کی وضاحت اس طرح کر کے بتلائے کہ یہ "اباحت" کی قبا چاک ہو جائے اور وہ اپنی تقریبات کو بالکل مسنون طریقہ پر منائیں؟

اگر ان رسوم کے خلاف میرا احساس صحیح نہ ہو تو پھر کچھ وضاحت سے "شریعت رسوم" کے واجبات کو قابل بغاوت قوانین باطل سے مستثنیٰ قرار دینے کی وجوہ تحریر فرمائیں۔ اس سے اگر میرا اطمینان ہو گیا تو تجرد کی مصیبت سے نجات حاصل ہو سکے گی۔ اور اگر آپ نے میری رائے کی تصدیق کی تو پھر میرے لیے بظاہر کامیابی کا کہیں موقع نہیں ہے، مگر مجھے اس سے بڑی مسرت ہوگی، کیونکہ پھر یہ تکلیف صحیح معنوں میں اللہ کی راہ میں ہوگی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔

جواب: ہم "الاقدم فالاقدم" کے اصول پر کام کر رہے ہیں۔ پہلے دین کی جڑوں کو دلوں میں جمانا ضروری ہے۔ اس کے بعد تفصیلات کو ایک ترتیب و تدریج کے ساتھ زندگی کے مختلف گوشوں اور کونوں میں درست کرنے کا موقع آئے گا۔ اگر ہم شادی بیاہ، لین دین اور دوسرے معاملات کی تفصیلات و جزئیات بیان کرنے پر اتر آئیں تو ہماری اصولی دعوت کا کام منتشر ہو جائے گا۔ اس لیے جہاں تک دین کے بنیادی امور کا تعلق ہے ہم ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور جہاں تک جزئیات کا تعلق ہے ان کے متعلق ہم سردست اجمال سے کام لے رہے ہیں۔

شادی بیاہ وغیرہ تقریبات کی رسوم کی پوری پوری اصلاح اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ یہی زندگی اپنی صحیح بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہوئی اس مرحلہ پر پہنچ جائے جہاں ان چیزوں کی اصلاح ممکن ہو۔ اس وقت تک ہمارے ارکان کو زیادہ تر صرف ان چیزوں سے اجتناب پر اصرار کرنا چاہیے جن کو صریحاً خلاف شریعت کہا جا سکتا ہو۔ رہیں وہ چیزیں جو معاشرت اسلامی کی روح کے تو خلاف ہیں مگر مسلمانوں کی موجودہ معاشرت میں قانون و شریعت بنی ہوئی ہیں تو وہ ہمارے ذوقِ اسلامی پر خواہ کتنی ہی گراں ہوں، لیکن سردست ہمیں ان کو اس امید پر گوارا کر لینا چاہیے کہ بتدریج ان کی اصلاح ہو سکے گی۔ مگر یہ گوارا کرنا رضامندی کے ساتھ نہ ہو، بلکہ احتجاج اور فہمائش کے ساتھ ہو یعنی ہر ایسے موقع پر یہ واضح کر دیا جائے کہ شریعت تو اُس طرح کے نکاح چاہتی ہے جیسے ازواج مطہرات اور دوسرے صحابہ کرام کے ہوئے تھے، لیکن اگر تم لوگ یہ تکلفات کیے بغیر نہیں مانتے تو مجبوراً ہم اس کو گوارا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ وقت آئے کہ جب تم نبیؐ اور اصحاب نبیؐ کی طرح کے سادہ نکاح کرنے کو اپنی شان سے فروتر نہ سمجھو!

ہمارا یہ رویہ تو اپنے حلقہ سے باہر کے لوگوں کے لیے ہے جن سے ہم مختلف قسم کے روابط پیدا کرنے اور جن کے ساتھ کئی طرح کے دنیوی امور میں معاملہ کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن خود اپنے حلقہ کے اندر ایسے جتنے روابط اور معاملات رونما ہوں، انھیں رسوم کی آلودگیوں سے پاک کر کے سادگی کی اس سطح پر لے آنا چاہیے جس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے انھیں پہنچایا تھا۔ ہمارے معاملات میں